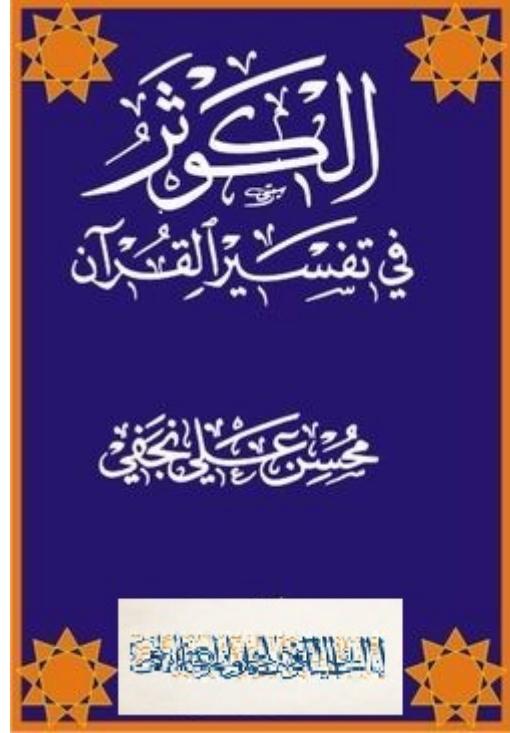


سورة النساء، آیت نمبر ایک کی تفسیر

<?xml encoding="UTF-8?">



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة النساء، آیت نمبر ایک کی تفسیر

ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ سورہ، سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوا۔ صرف آیت نمبر ۵۸ مکہ میں نازل ہوئی، باقی سورہ مدینہ میں نازل ہوا۔

مضامین اور مباحث

اس سورہ مبارکہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے اہم مراحل نظر آتے ہیں کہ دور جاہلیت کے پست ترین معاشرے کو اعلیٰ ترین انسانی معاشرہ بنانے کے لیے بتدریج کس قسم کی حیرت انگیز حکمت عملی اختیار کی گئی اور دور جاہلیت کے آثار پر مشتمل کثیف ملبے کو ہٹا کر اس کی جگہ ایک جامع اور انسان ساز معاشرے کی بنیاد کس طرح رکھی گئی۔ اس راہ میں انتہائی تکلیف دہ مشکلات پیش آئیں اور بے شمار معرکے سر کرنے پڑے:

۱۔ جس معاشرے میں خون انسان کی حرمت کا کوئی قائل نہ تھا، اس میں مال مسلم کو بھی خون مسلم کے برابر حرمت مل گئی:

حرمة مال المسلم كحرمة دمه - (بحار الانوار ۲۹: ۷۰-۷۱، الجامع الصغير للسيوطي حرف الجاء حديث ۷: ۳۷)

مسلمان کے مال کو وہی حرمت حاصل ہے جو اس کے خون کو ہے۔

چنانچہ یتیم کے مال اور دیگر ناجائز طریقوں سے لوگوں کے اموال میں تجاوز و تصرف کو ممنوع قرار دیا گیا۔

ii۔ جابلانہ معاشرے میں وراثت کی تقسیم میں طاقتور کو بڑا اختیار حاصل تھا اور کمزور کو محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عدل و انصاف کی بنیاد پر میراث کی تقسیم کو انسانی تقاضوں کے عین مطابق بنایا۔

iii۔ قرآن نے عدل و انصاف اور احترام آدمیت پر مبنی نظام قائم کرنے کے لیے مرد و زن کی تفریق کے پرانے فرسودہ تصورات کو بہ یک جنبش قلم مسترد کرتے ہوئے مرد و زن کو ایک تنے کی دو شاخیں قرار دیا، کیونکہ دونوں نفس واحدہ سے خلق ہوئے ہیں۔

iv۔ ایک عادلانہ نظام کے قیام کے لیے بے لچک قوانین کی تدوین کا تصور پیش کیا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ - (۱۶ نحل: ۹۰)

یقیناً اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

حتیٰ کہ ایک سازشی یہودی کے ساتھ بے عدالتی کو بھی قرآن نے بہتان اور گناہ عظیم قرار دیا ہے۔

v۔ اس سورہ مبارکہ کے ذریعے مسلمانوں میں قیادت کی اطاعت کا شعور پیدا کیا گیا اور جماعتی نظم و نسق قائم کرنے کے لیے ایک دستور فراہم کیا گیا۔ (اطاعت اولی الامر)

vi۔ اس سورے میں احد کی شکست کے بعد پیش آنے والے نامساعد حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو بیدار رہنے کی تلقین بھی موجود ہے۔

vii۔ اس سورے میں عائلی نظام کی تشکیل و تنظیم کے لیے رہنما اصول اور ازدواجی قوانین نہایت جامع صورت میں پیش کیے گئے ہیں۔

viii۔ اسلامی اخلاقیات کا ایک قابل توجہ حصہ اس سورہ مبارکہ میں مذکور ہے۔

ix۔ معاشی مسائل پر بھی توجہ دی گئی ہے۔

x۔ تعزیری قوانین کا ایک معتد بہ حصہ بھی اس سورے میں موجود ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿۱﴾

۱۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (پرہیز کرو)، بے شک تم پر اللہ نگران ہے۔

تشریح کلمات

نَفْسٍ: (ن ف س) کسی شے کی ذات کو نفس کہا جاتا ہے۔ جس سے انسان کی ذات تشکیل پاتی ہے

وہ انسان کا نفس ہے۔ یعنی روح و جسم کا مجموعہ۔ البتہ صرف روح کے لیے بھی نَفْس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔

بَثَّ:

(ب ث ث) متفرق، منتشر، پراگندہ کرنا۔

زَوْج:

(ز و ج) جن چیزوں میں نر و مادہ پایا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک، دوسرے کا زَوْج کہلاتا ہے۔

أَرْحَمَ:

(ر ح م) رحم کی جمع۔ عورت کا رحم بطور استعارہ قرابت اور رشتہ داری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام اقرباء ایک رحم سے پیدا ہوتے ہیں۔

رَقِيْب:

(ر ق ب) نگران۔

تفسیر آیات

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: یہ خطاب تمام انسانوں سے ہے، جن کا تعلق ایک ہی رب سے ہے۔ تمام انسانوں کا ارتقا و تکامل اور ان کی تربیت، مقام ربوبیت سے مربوط ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ: تمام انسانوں کا تعلق ایک ہی اصل اور ایک ہی حقیقت سے ہے۔

بقول سعدی:

بنی آدم اعضائے یکدیگرند

کہ در آفرینش ز یک گوهرند

بنی نوع انسان کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ان کا رب ایک ہے اور ان کی اصل حقیقت بھی ایک ہی ہے۔ ربوبیت کا حق یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ وحدت آدمیت کا حق صلہ رحمی اور باہمی محبت و برادری اور برابری ہے۔

تمام افراد بشر کا تعلق نفس واحدہ سے ہے۔ یہ تصور ان بہت سے قدیم و جدید المیوں کا حل پیش کرتا ہے جو طبقاتی، نژادی، علاقائی، لسانی اور رنگ و نسل کی تفریق کے باعث انسانیت کو درپیش رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے عہد میں بھی جدید جاہلیت نے ان تفرقوں کی بنیاد پر ظلم و بربریت کی وہ داستانیں رقم کی ہیں جن کی وجہ

سے قدیم جاہلیت کا سر بھی شرم سے جھک گیا ہے۔

وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا : یعنی جوڑا بھی اسی نفس سے پیدا کیا، کسی اور نوع یا جنس سے نہیں۔ مِنْهَا کی ضمیر نَفْسِ کی طرف جاتی ہے۔ مقصود وہی نفس واحدہ ہے، جس سے تمام انسان پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ دوسری جگہ فرمایا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنۡفُسِكُمْ اَزۡوَاجًا ۚ (۱۶ نحل: ۷۲)

اور اللہ نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں۔

لہذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت حوا حضرت آدم (ع) سے پیدا ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم (ع) کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

قرآن نے عورت اور مرد کو اصل واحد کے ساتھ مربوط کر کے عورت کو اس کے فطری اور طبیعی حقوق دے کر:

الف: قدیم جاہلیت کے اس فرسودہ تصور کو رد کر دیا جس کے تحت عورت سے اس کی انسانیت سلب کی گئی تھی اور اسے نجس اور شر محض قرار دیا گیا تھا۔

ب: جدید جاہلیت کے اس ناپاک تصور کو بھی مسترد فرما دیا جس کے تحت عورت سے اس کی نسوانیت سلب کر کے اسے مردوں کی شبیہ قرار دیا گیا۔

ج: قرآن عورت سے نہ تو اس کی انسانیت سلب کرتا ہے اور نہ ہی نسوانیت بلکہ اسے مرد کا زوج قرار دیتا ہے، کیونکہ انسان ہونے کے لحاظ سے یہ دونوں برابر ہیں، لیکن زوجین ہونے کے ناطے دونوں کے اپنے اپنے تقاضے ہیں۔

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً : انسانی نسل کو متعدد خاندانوں کے ذریعے نہیں پھیلایا، بلکہ آدم (ع) و حوا پر مشتمل ایک ہی خاندان سے افزائش نسل ہوئی۔ اسی لیے تمام انسانوں کے فطری اور طبیعی تقاضے ایک جیسے ہیں۔ بنا بر این نظام حیات اور قانون زندگی بھی ایک ہی ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت آدم (ع) و حوا سے نسل انسانی کس طرح پھیلی؟ تو اس کی وضاحت قرآن میں نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے لیے اس تفصیل کا سمجھنا ضروری اور مفید ہے۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآۡلُوۡنَ مِنْۢہٗ وَاِلَآہَ اٰرۡحَامَ: اس آیت میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دوبارہ آیا ہے لیکن اس کے باوجود تکرار مکرر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آیت کی ابتدا میں مقام ربوبیت کے لحاظ سے تقویٰ کا حکم دیا تھا اور یہاں مقام خالقیت کے نقطہ نظر سے تقویٰ کا حکم ہے۔

آیت کا ربط کچھ اس طرح سے ہے: اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے خلق کیا اور عورتوں کو بھی اسی نفس سے خلق فرمایا۔ تمہاری کثرت بھی ایک ہی خاندان سے وجود میں آئی۔ اس تمہید کے بعد فرمایا: اللہ کے بارے میں تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حقوق اللہ ادا کرو اور قرابتداروں کے بارے میں تقویٰ اختیار کرتے ہوئے حقوق الناس ادا کیا کرو۔

صلہ رحمی: یعنی رشتہ داروں اور قرابتداروں سے اچھے روابط رکھو۔ ان کے دکھ درد میں شریک رہو۔ اس کی ضد قطع رحمی ہے۔ بنا بر این صلہ رحمی کے حکم کا دوسرا رخ یہ ہے کہ رشتہ داروں سے قطع تعلق انتہائی سنگین جرم ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت اور رحمت ہے۔ یہ رحمت فرد، امت اور معاشرے سب کو یکساں شامل ہے۔ اسلام کے جامع نظام حیات میں کوئی ایسا گوشہ نہیں ملتا جسے اس کا مناسب مقام نہ ملا ہو۔ نہایت قابل توجہ بات ہے کہ صلہ رحمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام اور اہمیت دی ہے کہ خود اپنی ذات کا تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کے فوراً بعد صلہ رحمی کا حکم صادر فرمایا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام انسانوں کے عمومی تعلقات اور قریبی رشتہ داروں کے خصوصی تعلقات کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

توجہ طلب نکتہ: جن کے دلوں میں آل محمد صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین کی عداوت موجزن ہے، ان کے تعصب اور عناد کے اثرات عربی ادب میں نمایاں نظر آتے ہیں بلکہ قواعد عربیہ میں بھی سراپت کر گئے ہیں۔ چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے سلسلے میں و آلہ کو علیہ پر عطف کرنے کو عربی قواعد کے خلاف اور سنی اور شیعہ کے درمیان وجہ امتیاز قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حرف جر کے اعادے کے بغیر مجرور ضمیر پر اسم ظاہر کا عطف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی صلی اللہ علیہ و آلہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اہل بصرہ ایسے عطف کو حرف جر کے اعادے کے بغیر صحیح نہیں سمجھتے۔ جب کہ اہل کوفہ یونس، اخفش، زجاج وغیرہ اسے جائز اور صحیح قرار دیتے ہیں اور اس پر مورد بحث آیت سے استشہاد بھی کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن مسعود، قاسم، مجاہد، قتادہ اور دیگر مشاہیر نے اس آیت میں {وَالْأَرْحَامِ} کی میم کی قرائت جر کے ساتھ کی ہے اور مشہور قراء سبعہ میں سے حضرت حمزہ کی قرائت بالجر ہے۔ یعنی حرف جر ”باء“ کے اعادے کے بغیر اَلْ اَرْحَامِ کو بہ کی ضمیر پر عطف کر کے یوں قرائت کی ہے: تَسَاءَلُوْنَ بِہِ وَاَلْ اَرْحَامِ ۔

اگر اصحاب و تابعین کی قرائت نیز مسلم اور متواتر قراء سبعہ کی قرائت سے عربیت ثابت نہیں ہوتی تو قرائت اور عربیت ثابت کرنے کا کوئی اور ذریعہ موجود ہی نہیں ہے، بلکہ جمہور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات قرائتوں میں سے کسی ایک قرائت کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح ہے۔ بنا براین جو بات صحت نماز کے لیے کافی ثابت ہو، کیا وہ صحت عربیت کے لیے کافی نہیں ہے؟ مزید وضاحت کے لیے غرائب القرآن نیشاپوری ج ۴ ص ۱۷۹، تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۴۵ اور تفسیر کبیر فخر الدین رازی ج ۹ ص ۱۶۳ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح آیہ: قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَّ صَدُّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ کُفْرٌ بِہِ وَاَلْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ ---- (۲ بقرہ: ۲۱۷)۔ کھدیجئے: اس میں لڑنا سنگین برائی ہے لیکن راہ خدا سے روکنا، اللہ سے کفر کرنا، مسجد الحرام کا راستہ روکنا ----) کے بارے میں ایک مؤقف یہ ہے کہ المسجد الحرام کا کلمہ بہ کی ضمیر پر عطف نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں و کفر بہ کا فاصلہ لازم آتا ہے جو درست نہیں ہے۔ جب کہ ابن مالک نے شواہد التوضیح صفحہ ۵۴ میں، ابو حیان نے اپنی تفسیر ج ۲ ص ۱۴۷ میں اور فراء نے المسجد الحرام کو بہ پر عطف قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس مطلب پر متعدد آیات، احادیث اور عربی اشعار سے بھی استشہاد کیا جاتا ہے، جن میں سے ہم فقط ایک مشہور حدیث نبوی (ص) کو بطور شاہد پیش کرتے ہیں:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده - (صحيح بخارى كتاب الايمان- اصول الكافي ٢ : ٢٣٣- امام محمد باقر عليه السلام سے روایت ہے)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

موجودہ نسل: اس کرۂ ارض پر موجود انسانی نسل اولین ارضی مخلوق نہیں ہے، جیسا کہ عام خیال کیا جاتا ہے، بلکہ اس سے پہلے بے شمار نسلیں گزر چکی ہیں۔ موجودہ نسل کی عمر تقریباً آٹھ یا دس ہزار سال سے زیادہ نہیں ہے، جب کہ اب تک ایک لاکھ سال پرانی انسانی مخلوق کا کھوج لگایا جا چکا ہے۔

احادیث

جناب رسول اکرم (ص) سے روایت ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا :

قال الله تعالى: اَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنْ أَسْمَائِي فَمَنْ وَ صَلَّاهَا وَ صَلَّيْتُ وَ مَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ - (مستدرک الوسائل ١٥ : ٢٣٢- مجمع البیان)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں رحمن ہوں اور میں نے رحم کو خلق کیا اور اپنے نام سے اس کا نام بنایا۔ لہذا جو صلہ رحمی رکھے گا میں بھی اس سے صلہ رکھوں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں بھی اس سے قطع تعلق کروں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

لعلک تری ان اللہ لم یخلق بشراً غیرکم؟ بلی و اللہ لقد خلق الف الف عالم و الف الف آدم، انت فی آخر تلک العوالم و اولئک الآدمیین - (بحار الانوار ٢٥ : ٢٥)

شاید تمہارا خیال یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے سوا کسی بشر کو خلق نہیں فرمایا، قسم بخدا اللہ نے تم سے پہلے دس لاکھ عالم اور دس لاکھ آدم پیدا کیے ہیں جن میں تم سب سے آخری عالم اور آخری آدم کی نسل ہو۔

اہم نکات

۱۔ قدیم جاہلیت نے عورت سے اس کی انسانیت جب کہ جدید جاہلیت نے عورت سے اس کی نسوانیت سلب کی ہے۔

۲۔ تقوائے الہی کے ساتھ صلہ رحمی کا ذکر اس کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

الکوتر فی تفسیر القرآن جلد 2 صفحہ 240